قسط نمبر 3

غیر نواقض تیمم و وضو

محمد منیر قمر سیالکوٹی
ترجمان سپریم کورٹ الخبر
سعودی عرب

مرسل روایت کی حیثیت

قے اور نکسیر کے غیر ناقض وضوء ہونے کے ضمن میں ایک بات بار بار گزری ہے کہ ابن ماجہ اور دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی حدیث مرفوعا ضعیف ہے۔ البتہ بعض محدثین کرام نے اسے مرسلا صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود وہ نقض وضوء کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہوتی۔

اور مرسل روایت کیا ہوتی ہے یہ بات تو آپ کے سامنے رکھی جا چکی ہے کہ شرح نخبۃ الفکر للعسقلانی کے مطابق جس روایت کو صحابی کا واسطہ ذکر کئے بغیر کوئی چھوٹا یا بڑا تابعی نبی کریم ﷺ سے بیان کر دے۔ وہ مرسل کہلاتی ہے۔

(بحوالہ شفاء العلل فی شرح کتاب العلل للمبارکفوری مع التحفہ ۱/۵۱۰)

ایسی روایت کی حیثیت کیا ہوتی ہے اور محدثین نے اسے ناقابل حجت کیوں قرار دیا ہے؟ یہ بات اگرچہ عوام الناس کیلئے کوئی اتنی زیادہ مناسب حال نہیں لیکن اگر تھوڑی سی توجہ دی جائے تو بات سمجھ میں آ سکتی ہے اور اس سے کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور دیگر محدثین کے یہاں مرسل روایت قابل حجت نہیں۔

(صحیح مسلم مع النووی ۱/۱۳۲ طبع بیروت)

اور امام ترمذیؒ کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ مرسل روایت اکثر محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور کئی محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے

(العلل فی آخر الترمذی مع التحفہ ۱/۵۱۰)

اور یہ ضعیف و ناقابل حجت کیوں ہے؟ اس کی تفصیل تو موطا امام مالک کی شرح التمہید لا ابن عبد البر' شرح نخبۃ الفکر للعسقلانی' شفاء الغلل فی شرح کتاب العلل علامہ مبارکپوری اور دیگر کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ مرسل روایت کی سند سے جو محذوف راوی ہے۔ اس کا صحیح علم نہیں ہو سکتا کہ وہ صحابی ہے یا کہ تابعی' کیونکہ کبھی کوئی تابعی دوسرے تابعی سے سنتا ہے۔ اس طرح اگر محذوف صحابی ہو تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ صحابہ سبھی عدول ہیں۔ ہاں اگر تابعی کسی دوسرے تابعی کے حوالہ سے بات کرے تو اس بات کا احتمال ہوتا ہے ہ وہ دوسرا تابعی جو کہ مجہول ہے وہ ثقہ ہونے کی بجائے ضعیف ہو۔ کیونکہ کثیر تابعین سے ثابت ہے کہ انہوں نے ثقہ اور ضعیف دونوں قسم کے راویوں سے روایات لی ہیں۔ اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی خبر کو قبول کرنے کے لئے خبر دینے والے راوی کی عدالت و ثقاہت کا علم ہونا ضروری ہے اور چونکہ مرسل روایت کی صورت میں نبی کریم ﷺ اور تابعی کے درمیان والے واسطہ کی عدالت و ثقاہت کا علم ناممکن ہے۔ لہٰذا مرسل روایت ناقابل حجت قرار دی گئی ہے۔

(التمہید ۱/۶ طبع مراکش' شرح نخبۃ للفکر بحوالہ شفاء الغلل ۱۰/ ۵۱۰)

قے اور نکسیر کے بارے میں بھی مرسل روایت اسی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔

۹۔ خون

یہیں یہ بات بھی واضح کر دیں کہ نکسیر پھوٹنے سے خون ناک سے نکلے یا جسم کے کسی بھی حصہ سے نکلے' تھوڑا ہو یا زیادہ ہو' ٹھہرا ہوا ہو یا بہہ نکلے' حلق سے نکلے یا مسوڑوں سے اور تھوک پر اس کا رنگ غالب ہو یا نہ ہو اور سینگی یا فصد لگوانے سے نکلے یا زخم آنے سے یا کسی زخم کے دکھ جانے سے یا انجکشن

کے ذریعے سرنج بھر کر خون نکالا جائے یا سرنج سے ٹیکہ لگانے کے بعد اس جگہ سے کوئی ایک دو قطرے خون نکل جائے یا سرنج سے ٹیکہ لگانے کے بعد اس جگہ سے کوئی ایک دو قطرے خون نکل آئے۔ ان تمام شکلوں میں خون کے بارے میں حکم معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا پتہ چلایا جائے کہ بھلا خون ناقض وضوء ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ جن احادیث میں خون کے ناقض وضوء ہونے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہیں۔ لہٰذا ناقابل حجت ہیں ایسی صورت میں حکم براءت اصلیہ پر ہی رہے گا کہ وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس پر مستزاد یہ کہ متعدد واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ و تابعین خون نکلنے سے وضوء نہیں کیا کرتے تھے۔ جو عدم نقض کے قائلین کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ نکسیر کے سلسلہ میں جو احادیث و آثار گزرے ہیں ان کا ضعف اور حجیت کی عدم صلاحیت ذکر کی جا چکی ہے۔ لہٰذا انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں البتہ بعض دیگر روایات میں سے ایک سنن دار قطنی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ہے:

الوضوء من کل دم سائل۔ (بحوالہ نصب الرایۃ ۱/ ۳۷' الاحادیث الضعیفۃ (۴۷۰) ضعیف الجامع (۶۱۷۶)

ترجمہ:۔ ہر بہنے والے خون سے وضوء ہے۔

اس روایت کو نصب الرایہ میں نقل کرکے علامہ زیلعی نے امام دار قطنی کا قول ذکر کیا ہے کہ اس کی سند کے ایک راوی عمر بن عبد العزیز ہیں۔ جن کا حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں' اور دوسرے روای یزید بن خالد اور تیسرے یزید بن محمد دونوں ہی مجہول ہیں اور تیسری علت ایک مدلس راوی بقیہ کا عنعنہ ہے۔ (تحقیق المشکاۃ ۱/ ۱۰۸)

اور انہی الفاظ کی ایک روایت الکامل لابن عدی میں احمد بن فرج کے ذکر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے بارے میں

خود امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس روایت کو ہم صرف احمد بن فرج کے حوالہ سے جانتے ہیں جبکہ وہ ایسا راوی ہے کہ جس کی روایت قابل حجت نہیں ہے... الخ۔ اگرچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔

(نصب الرایہ ۱ر ۳۷۔ ۳۸ مع حاشیہ)

اور نکسیر کے ضمن میں ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی بیان کی جا چکی ہے جو کہ دار قطنی کے حوالہ سے تھی اور ضعیف تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ اذا رعف فی صلوتہ توضا ثم بنی علی صلوتہ۔ (بحوالہ نصب الرایہ ۱ر ۴۱)

نصب الرایہ میں علامہ زیلعی نقل کرتے ہیں کہ اس روایت کی سند کے ایک راوی عمر بن رباح کے بارے میں ابن عدی نے الکامل میں لکھا ہے کہ وہ اپنے سے اوپر کے راوی عبد اللہ بن طاؤس سے باطل روایات بیان کرتا ہے جن پر اس کی کسی نے متابعت نہیں کی اور امام بخاری نے اسے "دجال" کہا ہے۔ جبکہ التحقیق لابن الجوزی میں ہے کہ امام دار قطنی نے اسے متروک کہا۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راویوں کے نام سے من گھڑت روایات بیان کیا کرتا تھا۔ اس کی بیان کردہ روایت لکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ اسے اظہار تعجب و عبرت کے لئے لکھ لیا جائے۔ (نصب الرایہ ۱ر ۴۲)

اس طرح خون کے ناقض وضوء ہونے سے تعلق رکھنے والی ان احادیث و آثار کی استنادی حیثیت معلوم ہو گئی کہ وہ کیوں ناقابل حجت ہیں؟ اور ان احادیث و آثار کے ضعف کی وجہ ہی ہو گی کہ علامہ زیلعی نے الخلاصہ سے امام نووی کا قول نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

لیس فی نقض الوضوء و عدم نقضہ بالدم والقیء والضحک فی الصلوۃ حدیث صحیح۔ (نصب الرایۃ ۱ر ۴۲)

ترجمہ :۔ خون، قے اور دوران نماز ہنسنے سے وضوء کے ٹوٹ جانے یا نہ ٹوٹ جانے کے بارے میں کوئی ایک بھی حدیث صحیح نہیں۔

اور جب صراحت کے ساتھ کوئی ایک بھی صحیح حدیث ان اشیاء کے ناقض ہونے پر دلالت کرنے والی نہیں تو پھر وضوء کا حکم برات اصلیہ پر رہے گا کہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس موضوع کی بعض روایات اور بھی ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں۔ ان سب کا تذکرہ تو باعث طوالت ہو گا۔ لہٰذا انہیں نصب الرایہ جلد اول ص ۳۷ تا ۴۲ پر، تلخیص الحبیر جز اول ص ۱۱۳ تا ۱۱۷ اور ۲۷۵ پر اور دیگر کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ البتہ ایک حدیث صحیح بھی ہے جس کے مفہوم پر قیاس کرتے ہوئے خون کو ناقض وضو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس میں یہ تو مذکور نہیں کہ عام خون ناقض وضوء ہے بلکہ اس میں تو کوئی اور بات ہے لیکن قائلین نقض نے اس کے مفہوم پر قیاس کرتے ہوئے عام اعضائے جسم سے نکلنے والے خون کو بھی ناقض کہا ہے۔

وہ حدیث بھی گزر چکی ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور دیگر کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ تعالی عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں کہ میں مرض استحاضہ میں مبتلا ہوں اور خون جاری رہنے کی وجہ سے پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

لا انما ذلک عرق و لیست بالحیضۃ

ترجمہ :۔ نہیں یہ ایک رگ ہوتی ہے یہ خون حیض نہیں ہوتا۔

پھر آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ جب ایام حیض ہوں تو نماز چھوڑ دیں اور جب ان کے بقدر ایام گزر جائیں تو غسل کر لیں اور ہشام کہتے ہیں کہ

میرے باپ (عروہ) نے کہا : پھر آئندہ ایام حیض آنے تک ہر نماز کے ساتھ وضوء کر لیا کریں۔ (قدم) (انظر صحیح سنن النسائی للالبانی ا ر ۴۶' طبع مکتبہ التربیہ العربی لدول الخلیج' الریاض)

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

انما ذلک عرق۔

ترجمہ :۔ کہ یہ خون' خون حیض نہیں بلکہ ایک رگ ہے۔

ان پر عام خون کو قیاس کیا گیا ہے اور چونکہ ایسی عورت کو ہر نماز کے ساتھ از سر نو وضوء کرنے کا حکم ہے تو ان کے نزدیک اس کا خون ہی ناقض وضوء ہے اور اسی خون پر قیاس کرتے ہوئے جسم کے حصہ سے نکلنے والے خون کو ہی ناقض ہونا چاہئے۔ یہ ہے وجہ استدلال' لیکن یہ محض ایک قیاس ہے جسے علامہ ابن عبد البر نے التمھید شرح موطا امام مالک میں ضعیف کہا ہے اور علامہ ابن حزم نے تو المحلی میں اسے باطل قرار دیا ہے۔

علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ یہ قیاس باطل ہے کیونکہ خون استحاضہ کو تو خون حیض پر قیاس کرنا بھی جائز نہیں حالانکہ ان دونوں کا مخرج بھی ایک ہی ہے۔ کیونکہ خود اللہ تعالی نے ان دونوں طرح کے خون کے الگ الگ حکم بیان فرمایا اور یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ علامہ موصوف نے دونوں طرح کے خون کا الگ الگ حکم کا جو اشارہ فرمایا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حائضہ عورت کیلئے نہ تو نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ ہی روزہ رکھنا اور ان ایام میں وہ اپنے شوہر کیلئے بھی مباشرت کیلئے حلال نہیں ہوتی ہے۔ جبکہ مستحاضہ عورت نماز بھی پڑھے گی اور روزہ بھی رکھے گی اور استحاضہ کی حالت والی عورت سے اسکے شوہر کا مباشرت کرنا بھی حلال و روا ہے۔ ان دونوں طرح کی عورتوں کے خون مخرج اگرچہ ایک ہی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان کا حکم الگ الگ رکھا ہے۔

آگے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جب ان دونوں میں یہ فرق کیا گیا ہے تو ایک باطل بات ہو گی کہ جسم کے تمام اعضاء سے نکلنے والے خون کو فرج سے نکلنے والے خون پر قیاس کیا جائے۔ جبکہ یہ بات تو اور بھی زیادہ باطل ہے کہ زخم سے نکلنے والے خون سے خالی پیپ کو خون پر قیاس کیا جائے اور اس بات پر اجماع کا دعوی بھی یہ قائلین نہیں کر سکتے کیونکہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابو مجلز رحمہما اللہ خون اور پیپ کے مابین فرق کیا کرتے تھے۔ (المحلی ۱/۱/۲۵۸-۲۵۹' التمہید ۱/۱۹۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ نہ تھوڑا خون نکلنے سے اور نہ زیادہ سے' اور نہ ہی عام خون کو خون استحاضہ پر قیاس کرنا صحیح ہے۔ جبکہ اس کے برعکس بعض احادیث و آثار ایسے بھی ملتے ہیں جن میں مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ خون نکلنے کو ناقض وضوء نہیں سمجھتے تھے۔ جن میں سے پہلا واقعہ صحیح بخاری شریف کتاب الوضوء باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین من القبل و الدبر میں تعلیقا اور مغازی ابن اسحاق میں موصولا اور ابن اسحاق کے طریق سے ہی ابو داؤد و مسند احمد' دار قطنی ابن حبان' ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں بھی موصولا مروی ہے۔ جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر اسلامی نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یحرسنا اللیلۃ ؟ (صحیح ابی داؤد (۲۱۸۳)

ترجمہ:۔ آج رات (جاگ کر) کون ہماری چوکیداری کرے گا؟

تو انصار اور مہاجرین میں سے ایک ایک صحابہ اٹھا اور عرض کیا کہ ہم چوکیداری کریں گے۔ پڑاؤ کسی جگہ ایک پہاڑی گھاٹی تھی۔ لہذا ان دونوں صحابیوں نے رات کو آدھا آدھا وقت بانٹ لیا کہ آدھی رات ایک جاگے گا اور

گھاٹی کے منہ پر پہرہ دے گا' اور آدھی رات دوسرا۔ چنانچہ پہلے مہاجر سو گیا اور انصاری صحابی نماز پڑھنے لگا۔ اتنے میں دشمن کے کسی فوجی نے انصاری صحابی کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور اس نے تیر پھینکا جو اس صحابی کو آ کر لگا۔ اس نے تیر نکالا اور نماز کو جاری رکھا' پھر اس دشمن نے دوسرا تیر مارا صحابی نے وہ بھی نکالا اور نماز کو جاری رکھا۔ پھر اس ظالم نے تیسرا تیر بھی مارا اس صحابی نے وہ بھی نکالا رکوع کیا' سجدہ کیا اور اپنی نماز مکمل کی۔ پھر بالآخر اس صحابیؓ نے اپنے دوسرے ساتھی کو جگایا اس ساتھی نے جب اسے خون میں غلطاں دیکھا تو کہا:

لم لا انبھتنی اول مارمی؟

ترجمہ:۔ تم نے بھی مجھے اس وقت کیوں نہ جگایا جب اس نے پہلا تیر مارا تھا؟ اس صحابی نے جواب دیا؟

کنت فی سورۃ فاحببت ان لا اقطعھا۔

(بخاری مع الفتح ۱/ ۲۸۰ - ۱۸۱' تلخیص الحبیر ۱/ ۱۵۱)

ترجمہ:۔ میں ایک ایسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا جسے میں منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دلائل النبوۃ امام بیہقی میں ایک دوسرے طریق سے یہی واقعہ مروی ہے جس میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ ان دونوں صحابیوں میں سے انصاری صحابی کا نام حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور مہاجر صحابی کا نام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھا اور جس سورت کی وہ دوران نماز تلاوت کر رہے تھے وہ سورہ کہف تھی۔ (فتح الباری ۱/ ۲۸۱)

اس واقعہ کو صحیح بخاری شریف کے ترجمہ الباب میں ذکر کرنے اور اسکے بعد بعض دیگر آثار نقل کرنے کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی خون کا نکلنا ناقض وضوء نہیں اور خون کو ناقض وضو نہ ماننے والوں کا اس واقعہ سے استدلال اس طرح ہے کہ اس صحابی کے جسم اطہر سے تین تیروں

کے نتیجہ میں ظاہر ہے عام خون بہنے لگا۔ بایں ہمہ وہ اپنی نماز میں پوری طرح مشغول رہے اور یقیناً اس واقعہ کی خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی ہی ہو گی۔ کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہاں اتنا بڑا واقعہ ہو اور آپ ﷺ کو اس کی خبر نہ پہنچے اور اگر آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو خون کے ناقض وضو ہونے کی شکل میں ضروری تھا کہ آپ ﷺ اس کی وضاحت کرتے اور اسے اس کی نماز کے فاسد ہونے کا بتاتے اور اگر ایسا ہوتا تو یقیناً صحابہ کرام آپ ﷺ کے ان الفاظ کو ضرور ہی نقل فرماتے۔ جو امت اسلامیہ تک پہنچ جاتے۔ لیکن ان سب امور میں سے کسی کا بھی واقع نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خون تھوڑا ہو یا زیادہ اور اس واقعہ کے سامنے مسوڑوں کے خون کی حقیقت ہی کیا ہے جبکہ پھنسی کے خون سے وضوء نہ ٹوٹنے پر دلالت کرنے والے آثار بھی موجود ہیں۔

خون تھوڑا ہو یا زیادہ ناقض وضوء نہیں ہے۔ اس مسلک پر استدلال کرنے کے لئے دوسرا واقعہ موطا امام مالک' سنن دار قطنی اور بعض دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو وہ اس زخمی حالت میں مشغول نماز رہے جبکہ زخمی ہونے کی وجہ سے ان کے جسم مبارک سے خون جاری تھا اور اس واقعہ کی سند بھی فتح الباری میں حافظ ابن حجر کے بقول صحیح ہے۔ (موطا امام مالک مع تنویر الحوالک للسیوطی ۱ر ۶۲' سنن دار قطنی مع التعلیق ۱ر ۴۰۶' فتح الباری ۱ر ۲۸۱)

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خون سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حالت میں نماز نہ پڑھتے رہتے' اور یہ بات تو بعید از قیاس ہے کہ نماز پنجگانہ سے متعلقہ ایسا عام فہم مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اوجھل رہ گیا ہو۔

اور خون کے غیر نواقض وضوء ہونے پر دلالت کرنے والا تیسرا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو صحیح بخاری کے مذکورہ ترجمہ الباب میں تعلیقا اور بیہقی و مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند کے ساتھ موصولا مروی ہے۔ جس کا تذکرہ علامہ ابن حزم نے بھی المحلی میں کیا ہے۔ اس اثر میں ہے۔

عصر ابن عمر بثرة فخرج منها الدم و لم يتوضا۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھنسی پھوڑی تو اس میں سے خون نکلا مگر انہوں نے وضو نہیں کیا۔ (بخاری مع الفتح ایضا' المحلی ۱ر ۱ر ۲۶۰' تلخیص الحبیر ۱ر ۱ر ۱۱۴)

یہ بخاری کے الفاظ میں جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

ثم صلى و لم يتوضا۔

ترجمہ :۔ (پھنسی پھوڑے کے بعد) انہوں نے نماز ادا کی مگر از سر نو وضوء نہیں کیا اور محلی ابن حزم وغیرہ میں ہے کہ اس خون کو انہوں نے دو انگلیوں کے مابین مل دیا اور پھر اٹھے اور نماز پڑھی۔ اس طرح امام طاؤس کا اثر صحیح بخاری میں تعلیقا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے موصولا مروی ہے:

انه كان لا يرى فى الدم وضوء يغسل عنه الدم ثم حسبه۔ ترجمہ :۔ کہ وہ خون سے وضوء کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے خود سے خون دھو دیتے اور بس۔ (بخاری مع الفتح ۱ر ۲۸۰ تا ۲۸۲)

اور حضرت جعفر باقر کے والد محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما و رحمہما کا اثر صحیح بخاری میں تعلیقا اور فوائد حافظ ابو بشر میں موصولا مروی ہے جس میں اعمش بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر باقرؒ سے پوچھا کہ نکسیر بہنے والے خون کا کیا حکم ہے تو انہوں نے فرمایا:

كو سال نهر من دم ما اعدت منه الوضوء۔

ترجمہ :۔ اگر خون کی نہر بھی جاری ہو جائے تو میں اس سے وضوء نہیں دہراؤں

گا۔ (نفس المرجع)

اور مشہور تابعی و فقیہ امام عطاء بن ابی رباح کا اثر صحیح بخاری میں تعلیقا اور مصنف عبد الرزاق میں موصولا مروی ہے۔ حضرت ابن جریج ان سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک خون نکلنے سے وضوء نہیں تھا اور امام بخاریؒ نے عام صحابہ اور علماء حجاز کا یہی مسلک ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ شرح بخاری میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام طاؤس' محمد بن علی اور عطا رحمہم اللہ عنہما کے طریق سے' اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور سعید بن مسیب کے طریق سے یہی مروی ہے اور اسماعیل القاضی نے ابو زناد کے طریق سے اہل مدینہ کے فقہاء سبعہ سے بھی یہی روایت بیان کی ہے اور امام مالک و شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح الباری ار ۱۸۲)

اور حلق یا مسوڑوں سے خون بہنے سے بھی وضوء نہ ٹوٹنے کے بارے میں صحیح بخاری میں تعلیقا اور جامع سفیان ثوری اور معرفۃ السنن بیہقی میں موصولا صحیح سند سے مروی ہے۔ جس میں ہے:

بزق ابن ابی اوفی دما فمضی فی صلوتہ۔

(بخاری مع الفتح ار ۲۸۰ تا ۲۸۲' تلخیص الحبیر ار ار ۱۱۴)

ترجمہ:۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ نے خون تھوکا اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔

اور یاد رہے کہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ کا اسم گرامی عبد اللہ تھا جو کہ صحابی تھے' اور ان کے والد ابو اوفی بھی صحابی تھے۔ گویا انہیں صحابی ابن صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا اور صحیح بخاری میں تعلیقا اور مصنف ابن ابی شیبہ و مسند شافعی میں موصولا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مروی ہے:

کان اذا احتجم محاجمہ

(بخاری مع الفتح ار ۲۸۰ ۔ ۲۸۲' تلخیص الحبیر ار ار ۱۱۴)

ترجمہ :۔ وہ جب سینگی لگواتے تو اس مقام (سر) کو بس دھو دیتے تھے۔

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری میں تعلیقا اور ابن ابی شیبہ میں موصولا مروی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ سینگی لگوانے والا کیا کرے؟ تو انہوں نے فرمایا:

یغسل اثر محاجمہ (بخاری مع الفتح ار۲۸۰۔۲۸۲، تلخیص ارار۱۱۴)

ترجمہ :۔ اپنے اس مقام (سر) کو دھو ڈالے۔

اور صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ امام لیث کے بارے میں تو یہ روایت بھی ملتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سینگی لگوانے والے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ سینگی والی جگہ کو اچھی طرح پونچھ کر صاف کر دے۔ اب اسے دھونے کی بھی ضرورت نہیں اور امام شافعیؒ نے امام لیث اور طاؤس کے طریق سے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی ایک اثر بیان کیا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

اغسل اثر المحاجم عنک وحسبک (تلخیص الحبیر ارار۱۱۴)

ترجمہ :۔ سینگی کے آثار (خون وغیرہ) کو دھو لو اور بس۔ (تلخیص الحبیر ار ار ۱۱۴)

جیسا کہ امام طاؤس کا قول بھی گزرا ہے اور علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انہوں نے ناک میں انگلی ڈالی تو اس پر خون لگا ہوا نکلا۔ اسے انہوں نے انگلی سے مل دیا اور نماز پڑھی اور از سر نو وضوء نہیں کیا اور اسی موضوع کی ایک موقوف روایت معرفۃ السنن بیہقی میں بھی ہے۔

اور یاد رہے کہ سینگی لگوانے کے بعد محض اس مقام کو دھو دینے اور وضوء نہ کرنے کا مفہوم رکھنے والی تو ایک روایت مرفوع بھی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے جو کہ سنن دار قطنی اور بیہقی میں ہے لیکن وہ ضعیف السند ہے۔

لہٰذا وہ محل استدلال تو نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسے بطور شاہد لیا جا سکتا ہے۔ بلکہ منتقی الاخبار میں المجد ابن تیمیہؒ اسی مرفوع مگر ضعیف حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ اس کو تھوڑے خون پر محمول کیا جائے اور جن میں خون سے وضوء کرنے کا پتہ چلتا ہے انہیں بہت زیادہ خون پر محمول کیا جائے اور یہی طریقہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے دوسرے موافقین نے بھی اختیار کیا ہے۔

اور امام شوکانی منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اس جمع و تطبیق کی تائید دار قطنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک دو قطروں سے وضوء نہیں الا یہ کہ خون بہنے والا ہو۔ لیکن اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل بن عطیہ ہیں جو کہ متروک ہیں اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس روایت کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔ (نیل الاوطار و منتقی الاخبار ا ر ا ر ۱۸۹' تلخیص الحبیر ا ر ا ر ۱۱۳!!)

اس ساری تفصیل سے خون کے بارے میں تین مسلک معلوم ہوئے۔ اولا خون کا مطلقاً ناقض وضوء نہ ہونا جو کہ امام مالک' شافعی' ظاہریہ اور جمہور محدثین کا مسلک ہے۔ ثانیا خون کا مطلقاً ہی ناقض وضوء ہونا جو کہ احناف کا مسلک ہے اور تیسرا امام احمد و حنابلہ کا مسلک کہ خون کم ہو تو ناقض نہیں بلکہ زیادہ ہو تو ناقض ہے۔ جب کہ دلائل کے اعتبار سے قوی تر اور صحیح ترین مسلک اول ہی ہے۔

عساکر اسلامیہ کے مجاہدین کی تاریخ میں ان کا زخمی ہونا اور اسی حالت میں نمازیں ادا کرنا بالتواتر ثابت اور مسلک اول کا ہی موید ہے اور حدیث جابر بھی اس کی شاہد ہے اور کثیر و قلیل کے طرق والے مسلک کی تائید میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے اور احناف کے مسلک کے بارے میں علماء احناف میں سے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے جس قوی و صحیح ترین حدیث سے استدلال

کیا ہے وہ حضرت فاطمہ بنت ابی جحشؓ والی حدیث استحاضہ ہے جو کہ بخاری میں ہے مگر اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ عذر والے لوگوں کے ساتھ خاص ہے جسے سلس البول وغیرہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں بھی حجت نہیں ہے۔

(تلخیص الحبیر ا/ا/ ۱۱۵)

لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل و کثیر خون سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ الا ما خرج من السبیلین۔

۱۰۔ ایذاء مسلم

وہ امور جنہیں بعض اہل علم نے ناقض وضوء کہا ہے اور بعض لوگوں سے اس کی روایات بھی ملتی ہیں مگر قرآن و سنت کی کسی دلیل سے ان کا ناقض ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ انہی میں سے ہی دسویں چیز ایذائے مسلم بھی ہے۔ یہاں اس بات کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کو ایذا پہنچانا کتنا بڑا گناہ ہے۔ حتی کہ سورہ احزاب آیت ۵۸ میں ارشاد الہی ہے:

والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ماکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔

ترجمہ :۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔

اور حد تو یہ کہ صحیح بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ نے صحیح مسلمان ہی اسے قرار دیا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔

ترجمہ :۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین ص ۶۰۰ بمراجعہ الارناؤوط، بخاری مع الفتح حدیث (۱۰)

اور دوسری بخاری و مسلم کی ہی حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے:

سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر۔ (بحوالہ بالا ص ۵۹۸' بخاری مع الفتح حدیث (۴۸) مسلم مع النووی ا ر ۲ر ۵۴)

ترجمہ :۔ کسی مسلمان کو گالیاں دینا فسق اور اس سے قتال و جنگ کرنا کفر ہے۔

یہ سب اپنی جگہ بجا لیکن اس سے وضوء پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ کسی صحیح حدیث سے اس کا ناقض ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ بعض صحابہ و تابعین کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی سے ایذاء رسانی سرزد ہو جائے تو وہ شخص وضوء کرلے۔ مثلا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین' اسی طرح حضرت ابراہیم نخعی اور عبید سلمانی رحمہم اللہ سے ایذاء رسانی پر وضوء کرنا منقول ہوا ہے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ملتی اور اس بات کا انسانی معاشرہ میں بہت اہم اور عام ہونا اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے ناقض وضوء یا غیر ناقض قرار نہ دینا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا حکم برات اصلیہ پر ہی قائم رہے گا اور ایذاء مسلم کے سخت گناہ اور ممنوع و ناجائز ہونے کے باوجود اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

اس موضوع کی ایک مرفوع حدیث امام ابن حزم نے المحلی میں ذکر کی ہے۔ جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتوضا من الحدث و اذی المسلم۔

(المحلی ا ر ا ر ۲۶۱)

ترجمہ :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدث اور ایذاء مسلم سے وضوء کیا کرتے تھے۔

لیکن اس کی سند کے ایک راوی داؤد بن محبر کو کذاب و دروغ گو اور احادیث گھڑنے میں شہرت یافتہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت ٬ ن گھڑت ہے اور شیخ احمد شاکرؒ نے تعلیق المحلی میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

ایذاء مسلم کا ناقض وضوء ہونا تو ثابت نہیں البتہ اگر کوئی شخص وضوء کر لے تو اچھا ہے جیسا کہ بعض صحابہ کے عمل سے پتہ چلتا ہے لیکن یہ واجب نہیں ہے۔

۱۱۔ صلیب و صنم کو چھونا

جن امور سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی ان سے وضوء ٹوٹنے کی کوئی صحیح دلیل ہے۔ ان میں سے گیارہویں اور آخری چیز صلیب و صنم کو چھونا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص عیسائیوں کے مخصوص مذہبی شعار یعنی صلیب یا سولی کو چھو لے جسے کراس بھی کہا جاتا ہے یا پھر بت پرستوں کے کسی بت یا مورتی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے بھی وضوء ٹوٹنے کی کوئی صریح دلیل نہیں ملتی۔ اگرچہ ان اشیاء کو نجس قرار دیا گیا ہے مگر ان کی نجاست معنوی ہے نہ کہ حسی و ظاہری' البتہ عبد الرزاق کے حوالہ سے علامہ ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مستورعجلی کو توبہ کرائی تو اس کے گلے میں جو صلیب تھی اسے چھوا اور جب نماز شروع کی تو کسی دوسرے آدمی کو آگے بڑھایا اور خود وضوء کرنے چلے گئے اور بعد میں لوگوں کو بتایا کہ انہوں نے یہ وضوء کسی حدث کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ دراصل انہوں نے اس نجس چیز کو چھوا تھا۔

فاحب ان یحدث منھا وضوء۔ (المحلی ۱/۱/۲۶۲)

ترجمہ :۔ تو انہیں یہ محبوب معلوم ہوا کہ اس سے وہ از سرنو وضوء کر لیں۔

اس اثر کے الفاظ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں بلکہ یہ محض ان کا اپنا اجتہاد و استحباب تھا اگرچہ علامہ ابن حزم نے نماز منقطع کرکے جانے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ وجوب ہی محسوس کیا ہے۔

اور اس سلسلہ میں ایک مرفوع روایت بھی ہے جس میں حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بریدۃ و قد مس صنما فتوضا۔

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے وضوء کیا جبکہ انہوں نے ایک بت کو چھوا تھا۔ (حوالہ بالا)

اس روایت کی سند کے ایک راوی صالح بن حبان ہیں جو کہ ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ لہٰذا قرآن و سنت کی کوئی واضح نص نہ ہونے کی وجہ سے صلیب یا صنم اور بتوں یا دیوی' دیوتاؤں کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر استحباباً کوئی وضوء کر لے تو یہ الگ بات ہے۔

اور اس کے ساتھ ہی غسل و وضوء کے احکام اور مسائل طہارت میں سے تمام ضروری امور مناسب تفصیل کے ساتھ اختتام پزیر ہوئے۔ البتہ چلتے چلتے ایک اور بات بھی ذکر کرتے جائیں اور وہ ہے:

غسل و وضوء کے لئے پانی میں احتیاط

اس پہلو کی طرف توجہ دلانا اس لئے ضروری لگتا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب مساجد کی ٹوٹیوں پر بیٹھ جائیں تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ پانی کھلا ہے اور باتیں شروع ہیں' اور کچھ ایسا ہی معاملہ عموماً غسل میں بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ غسل اور وضوء کے لئے پانی کے استعمال میں کافی احتیاط فرمایا کرتے تھے' اور ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں عدم احتیاط کو اسراف و تبذیر یا فضول خرچی ہی کہا جائے گا۔ یہ بات تو سنن ابن ماجہ و مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں بھی مذکور ہے جو کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کہا گیا:

ما ھذا السرف یا سعد؟ نعم' و ان کنت علی نھر جار۔

ترجمہ :۔ اے سعد یہ کیا فضول خرچی ہے؟ جواب ملا ہاں اگرچہ تو بہتی نہر پر ہی کیوں نہ ہو۔ (بحوالہ مشکوۃ ۱/ ۱۴۳' ابن ماجہ حدیث (۴۲۵)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابن لھیعہ ہے جو ضعف میں معروف ہے۔ (تحقیق المشکوۃ ۱/ ۱۴۳)

لیکن اس مفہوم پر ایک دوسری صحیح حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی میں احتیاط برتی جائے اور کم از کم پانی سے غسل اور وضوء کیا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا بالمد و یغتسل بالصاع الی خمسة امداء۔

ترجمہ :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی سے وضوء فرمایا کرتے تھے اور صاع یعنی چار مدوں سے لے کر پانچ مدوں تک سے غسل فرمایا کرتے تھے۔

(بحوالہ مشکوۃ ا ر ۱۳۷' بخاری مع الفتح حدیث(۲۰۱) مسلم مع النووی ۲ ر ۴ ر ۷۔۸)

اور قاموس المحیط میں علامہ فیروز آبادی نے مد نامی پیمانے کے بارے میں لکھا ہے:

مکیال مل ء کفی الانسان المعتدل اذا ملاء هما و مدیده بهما و به سمی مد۔

ترجمہ :۔ ایک پیمانہ جو درمیانے قد کے انسان کے دونوں خوب کھلے ہوئے ہاتھوں سے بہائے گئے چلو کے برابر ہوتا ہے اور ہاتھوں کو خوب پھیلا کر کھولنے کی وجہ سے ہی اس پیمانے کا نام مد ہے۔ (کیونکہ لغت میں مد کا معانی ہی کھینچنا یا پھیلانا ہے)

اس حدیث سے مسنون مقدار تو معلوم ہو گئی۔ اب پانی کی فراوانی سے کچھ زیادہ استعمال کی گنجائش تو ہے مگر پوری پوری ٹینکی بہا دینے کی تو اجازت نہیں ہو سکتی' اور بعض احادیث میں تو دو تہائی مد سے وضوء کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ مسند احمد و ابن حبان میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایسے ہی ایک انصاری صحابیہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی ابو داؤد میں دو تہائی مد ہی مروی ہے' اور اس حدیث کو امیر صنعانی نے سبل السلام میں حسن قرار دیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم زیادہ پانی استعمال کرنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المغنی لابن

قدامہ' ۱ ر ۲۰۵ ۔ ۲۰۸ طبع مصر) بلوغ المرام و سبل السلام ۱ ر ۱ ر ۴۸۔ ۱۴۔ ۵۵ مصر)

بعض لوگوں کو وسواس کا مرض ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا یقین ہی نہیں کر پاتے کہ ان کے ہاتھ اب پاک ہو گئے ہیں یا نہیں۔ لہٰذا تا دیر وہ ہاتھوں کو ہی دھوتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی دیگر اعضاء اور پاؤں کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو وسواس میں مبتلا کرنے پر ایک شیطان متعین ہے۔ جیسا کہ ترمذی و ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے:

ان للوضوء شیطانا' یقال لہ ولھان فاتقوا وسواس الماء۔

ترجمہ :۔ وضوء کا ایک شیطان جسے ولہان کہا جاتا ہے' پس تم پانی کے وسواس سے بچو۔ (بحوالہ المغنی ۱ ر ۲۰۸' سنن ابن ماجہ حدیث (۴۲۱)

لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے (انظر ضعیف الجامع الصغیر ۱ ر ۲ ر ۱۸۷' و تحقیق المشکوۃ ۱ ر ۱۳۱) اور اس کے علاوہ ابو داؤد و ابن ماجہ اور مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جب اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت کے دائیں حصہ میں سفید رنگ کا محل مانگتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! اللہ سے جنت مانگو اور نار جہنم سے پناہ طلب کرو (یعنی دعا کرنے میں اتنی باریکیوں اور تکلفات سے کام نہ لو) کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور و الدعاء۔

ترجمہ :۔ میری امت میں سے ایک قوم ایسے لوگوں کی بھی پیدا ہو گی جو طہارت و دعا میں زیادہ (حدود سے تجاوز) کرے گی۔ (بحوالہ مشکوۃ ۱ ر ۱۳۱' و قال الالبانی' اسنادہ صحیح و صححہ جماعۃ ۔۔۔ و لیس عند ابن ماجہ الاعتداء فی الطھور' صحیح ابی داؤد حدیث (۸۷)